© rasailojaraid.com

ابو المعظم نواب سراج الدین احمد خاں سائل

(۷)

(از جناب مولوی حفیظ الرحمٰن صاحب واصفؔ دہلی)

بدنصیب واصفؔ کی آنکھوں کے سامنے سے وہ منظر بھی گذرا ہے کہ وہی ہزاروں کے اجتماع میں بغیر لاؤڈ اسپیکر کے گرجنے والا شیر ۱۹۴۲ء میں کتب خانہ رحیمیہ پر رونق افروز ہے ضعف ونقاہت کی وجہ سے سرنگوں ہے اختلاج قلب سے کبھی کبھی بے قراری ہو جاتی ہے۔ اسنے میں حضرت مفتی صاحب تشریف لاتے ہیں فوراً مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھتے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت مفتی صاحب! چند اشعار کہے ہیں اگر حکم ہو تو عرض کروں۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں ارشاد فرمایئے۔ نحیف اور درد انگیز آواز میں چند اشعار سناتے ہیں:-

انھیں جان کر رنج و غم جانتا ہوں عنایت کو ان کی ستم جانتا ہوں
محن سے ہوں واقف الم جانتا ہوں گراں جاں ہوں یہ کم سے کم جانتا ہوں
حقیقت جو عشق و محبت کی پوچھے کم از کم یہ کہہ دینا لازم ہے اس سے
زبوں تر ہیں معنی و اوصاف اس کے ازاں جملہ اک چشم نم جانتا ہوں
رہ عشق و الفت میں جو گامزن ہے وہ ہمدوش آفات رنج و محن ہے
ہر اک منزل اس کی کٹھن پر فتن ہے میں اس کی ہوا زہر و سم جانتا ہوں
ابھی بحر غم میں ہے دل کو ڈبونا ابھی اشک حسرت سے ہے منہ کو دھونا
ابھی ٹھوکروں کا ہے اس رہ میں رونا کہ آگے کی منزل اہم جانتا ہوں
کرے گا نشانہ خطا تیر زن تو جھپکنے نہ دے دیدۂ سحر فن تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مژہ راست کرمان میر اسخن تو میں اس تیر میں تیرے خم جانتا ہوں
ہدایت ہے بھولا ہوا سا فسانہ ہوں قیدِ نشیب و فراز زمانہ
رہا ہوں تو ہے اور آگے بھی جانا حقیقت نہایت کی کم جانتا ہوں
نہ پوچھو کہ تدبیر چلنے کی کیا کی فقط دیر باقی ہے امرِ خدا کی
ضرورت نہیں رہبر و رہنما کی کہ میں راہِ ملکِ عدم جانتا ہوں
درِ پیر میخانہ کا ہوں گدا میں وہیں کھاتا پیتا ہوں اس کا دیا میں
وہیں دیتا رہتا ہوں سائل صدا میں اسے اہل بذل و کرم جانتا ہوں

۱۹۳۵ء میں جبکہ نواب صاحب محلہ فراش خانہ میں حکیم عبدالرشید خاں کے مکان میں کرایے پر رہتے تھے ایک روز بازار میں کسی جگہ راقم الحروف کو دیکھ کر پکارا۔ اور فرمایا حضرت آرزو لکھنوی آئے ہوئے ہیں آج شام کو تم کھانا میرے ساتھ کھالینا۔ میں نے عرض کیا بسر و چشم! شام کو در دولت پر حاضر ہوا۔ جناب آرزو لکھنوی سے نیاز حاصل ہوا۔ استاد مرحوم نے تعارف کرایا فرمایا کہ یہ میرا ہونہار شاگرد ہے اور مرشد زادہ ہے۔ کھانے سے قبل جناب آرزو اپنا کلام سناتے رہے آپ نے اپنی اس خصوصیت کا اظہار فرمایا کہ میں فارسی عربی کے الفاظ سے بچ کر کہتا ہوں۔ اس مجلس میں انھوں نے اپنی پانچ چھ غزلیں سنائیں ان میں عربی فارسی کے الفاظ بالکل نہ تھے بھاشا سے نکلی ہوئی خالص اردو تھی۔ باوجود اس کے تخئیل کی بلندی، مضامین کی شگفتگی زبان کی فصاحت و دلفریبی بدرجہ اتم موجود تھی۔

سائل صاحب کا مذہب اور سیاسی مسلک سائل صاحب اہل سنت والجماعۃ اور خالص حنفی مسلمان تھے حضرت شاہ دلدار علی مذاق شاگرد ذوق مرحوم سے آپ کو بیعت تھی۔ مگر غلو نہ رکھتے تھے اور اور متصوفانہ بے تعصبی کے حامل تھے۔ ایک روز فرمایا کہ میں تفضیلی سنی ہوں۔ میں نے عرض کیا تفضیلی سنی سے کیا مراد ہے تفضیل تو شیعیت کی ایک شاخ ہے۔ فرمایا کہ میں حضرت علیؑ کو اصحاب ثلثہ پر فضیلت دیتا ہوں میں نے عرض کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اصحاب ثلثہ رضوان اللہ علیہم پر

© rasailojaraid.com

نفضیلت دینے کا اختیار آپ کو کس نے دیا نیز یہ کہ سنی ہو کر آپ تفضیلی کیسے بن سکتے ہیں یا تو یہ کہیے کہ میں تفضیلی شیعہ ہوں یا کہیے کہ میں پکا سنی ہوں یہ دو رخی بات کیسی ؟ مذہب اہل سنت میں تمام علماء کا اتفاق اس امر پر ہے کہ خلفائے راشدین کا تفضل ان کی خلافت کی ترتیب کے لحاظ سے ہے۔ فرمایا کہ بھئی میں اپنے آپ کو شیعہ کہنے کے لئے تو تیار نہیں ہوں میں نے عرض کیا کہ مغلوں کے زمانے میں ہندستان پر ایرانیوں کا اس قدر غلبہ رہا کہ امورِ سلطنت میں بھی دخیل رہے اور رشتہ داریوں کی وجہ سے معاشرت پر بھی چھائے ہوئے تھے۔ اس کا اثر مذہبی رجحانات پر پڑنا لازمی تھا۔ پرانے پکے سنی بھی ڈگمگا گئے اور تبرائی شیعہ نہیں تو کم از کم تفضیلی بن گئے۔ معلوم ہوتا ہے آپ کا قول بھی اسی تاثر کی وجہ سے ہے۔ پھر میں نے کچھ تفصیل سے بعض پہلو مدلل طور پر گوش گذار کیے۔ فرمایا کہ اب میرا شبہ دور ہو گیا واقعی میں غلطی پر تھا یہ محض ایک رسمی چیز تھی ورنہ در حقیقت استاد مرحوم پکے سنی تھے اور انھوں نے بارہا مجھ سے فرمایا ہے کہ "ہمارے اسلاف نے یزید پر لعنت بھیجنے سے منع کیا ہے یہ فعل ہمارے مسلک کے خلاف ہے"۔

سیاسی مسلک کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ نہ رجعت پسند تھے نہ انتہا پسند بلکہ معتدل تھے ان کا خاندان نواب احمد بخش کے زمانے سے سرکار انگریزی کا وفادار رہا ہے۔ نواب احمد بخش خاں کا زمانہ وہ زمانہ تھا جبکہ تمام ہندستان پر انگریز مسلط ہو چکے تھے اور تمام ملک کا نظم و نسق انگریزوں کے پنجہ استبداد میں آ چکا تھا نواب احمد بخش خاں سے انگریزوں کے ذاتی مراسم اور دوستانہ تعلقات بھی تھے۔ ان کی خدمات کے عوض ان کو فیروز پور اور لوہارو کی جاگیریں بھی ملی تھیں ان کے انتقال کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے نواب شمس الدین احمد خاں ان کے جانشین ہوئے یہ وہ زمانہ تھا کہ انگریزوں کے تسلط و اقتدار اور تشدد و مظالم سے رعایا میں نفرت کے جذبات پیدا ہو رہے تھے اور اپنی جگہ پر ہر شخص اس غلامانہ زندگی سے اذیت محسوس کر رہا تھا۔ نواب شمس الدین احمد خاں کے متعلق انگریز مورخوں نے لکھا ہے کہ وہ نہایت بدطینت اور فتنہ انگیز نواب تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سر ولیم فریزر سے جو اس زمانے میں دہلی کے ایجنٹ تھے نواب کی مخالفت ہو گئی تھی اور کہا جاتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرسر ولیم فریزر کے قتل میں نواب کی اشتعالک تھی یہ انگریز مورخوں کی فطری عادت ہے کہ وہ آزاد خیال اور محب وطن انسان کو بد چلن اور فتنہ انگیز کے لفظ سے ہی یاد کرتے ہیں اور غدارانِ وطن کو نیک چلن، خوش اطوار، وفادار اور دنیا بھر کے مشفقانہ خطابات سے یاد فرمایا کرتے ہیں ۵۷ء کی تحریک آزادی کو غدر کا لقب دیا جاتا ہے چنانچہ نواب شمس الدین احمد خاں کو ۱۸۳۵ء میں (یعنی ظل سبحانی بہادر شاہ ظفر کی تخت نشینی سے دو سال قبل) پھانسی دیدی گئی۔ انگریزوں کا اقبال اس قدر عروج پر تھا کہ نواب کا نام لینا بھی گناہ سمجھا جاتا تھا۔ نواب بیچارا کس شمار میں تھا مغلوں پر جنہوں نے صدیوں ہندوستان پر شہنشاہی کی اور دنیا پر اپنے جاہ و جلال کا سکہ بٹھایا ایک زمانہ وہ آیا کہ آخری مغل بادشاہ پر بغاوت کا الزام لگا کر اسی کے لال قلعہ میں خود اسی پر مقدمہ چلایا جاتا ہے (کس پر؟ بادشاہ پر؟ بغاوت کا الزام! یا للعجب!) اور کون مقدمہ چلاتا ہے؟ سات سمندر پار کی ایک سوداگر قوم! اور کوئی شخص کہیں شارع عام پر بادشاہ کا نام تک لینے کی جرأت نہیں رکھتا تھا۔ تمام ملک اور بالخصوص مسلمان بالکل مغلوب ہو چکے تھے۔ اس وقت کے لیڈروں اور زعمائے قوم نے مجبوراً یا تو گوشہ نشینی کی پالیسی اختیار کی یا تعاون کا مسلک پسند کیا کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا ریاست نواب امین الدین احمد خاں کے خاندان میں منتقل ہو گئی تھی سائل صاحب کا خاندان ریاست سے منصب کا تعلق رکھتا تھا۔ اس وجہ سے بھی اور عام پالیسی کے ماتحت نواب ضیاء الدین احمد خان کی بھی تعاون کی پالیسی رہی۔ سائل صاحب بھی چونکہ اسی زمانے کے پرانے بزرگوں میں سے تھے ان کے رجحانات بھی وہی تھے۔ اگرچہ انھوں نے علانیہ تعاون کی پالیسی اختیار نہیں کی۔

غرضکہ سائل صاحب عملی طور پر سیاست میں کوئی حصہ نہ لیتے تھے۔ بلکہ صاف بات تو یہ ہے کہ ان کو سیاست سے قطعاً کوئی دلچسپی ہی نہ تھی ۱۹۲۰ء کی تحریک کے زمانے میں انھوں نے ایک طویل ترجیع بند میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ جس میں سے کچھ اشعار درج ذیل کرتا ہوں:-

دعوے وفا کا جن کو ہے ہم سے سوا غلط ۔۔۔ سمجھے ہیں لوگ معنی حرفِ وفا غلط

بیڑا امید خلق کا کیوں کر نہ ہو تباہ ۔۔۔ جن کے سرے سے ہو گئے ہونا خدا غلط

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جاں بر مریض ہو نہیں سکتا کسی طرح
جب اس کے چارہ گر لئے دینگے دوا غلط

لیڈر وہ قوم کے ہیں جو ہیں تاج کیخلاف
مطلب یہ لیڈری کا ہے بے انتہا غلط

عمالِ تاج کیا کریں جز نظم حادثات
پاداشِ جرم جو ہو وہ کب ہے سزا غلط

جو مانگنا ہے مانگو جو کہنا ہے وہ کہو
اسلوب و طرز غیر ہے مقصود و مدعا غلط

خواہش جو ہے تمہاری ہماری بھی ہے وہی
ہم سے عمل کوئی نہیں سرزد ہوا غلط

منت سے مدعا کی کرو خواستگاریاں
ہاتھی پہ چڑھ کے مانگنا ہے ناروا غلط

مقصود ہے فلاح اگر قوم کی تمہیں
لازم ہے رکھنی ٹھیک خبر قوم کی تمہیں

افلاس کی نگاہِ عنایت ہے قوم پر
تم سے چھپی نہیں جو مصیبت ہے قوم پر

قحطِ معاش و قحطِ نکوئی و قحطِ رزق
قحطوں میں ہے گھری ہوئی حسرت ہے قوم پر

بے دولتی نے دیکھ لیا ہے غریب کو
ٹوٹی حیات میں یہ قیامت ہے قوم پر

حالانکہ قحط رزق ہے ہوتی ہیں دعوتیں
یہ مستحب ہے فرض ہے سنت ہے قوم پر

ہوتے ہیں انصرامِ جلوس فضول کے
رکھنا نہ باز جس سے قساوت ہے قوم پر

دس لاکھ کی طلب ہے پئے صرفِ وفد ہند
چندے کے واسطے یہ ہدایت ہے قوم پر

سرگرمیاں ہوں جتنی مدارات کیلئے
ان لیڈروں کے واسطے منت ہے قوم پر

سیکھو سبق خلوص کے حسرت کی ذات سے
(زموہانی)
پرہیز کرنا چاہئے اس واہیات سے

یا سادگی سے کیجے دعا قوم کے لئے
یا نیم شب کو دیجے دعا قوم کے لئے

لازم نہیں کہ نذر وہ رمال کی کریں
چوری سے چور کی جو بچا قوم کے لئے

فرمان ہائے سابق شاہی پڑھو ذرا
ان کی بنا یہ کیا نہ ہوا قوم کے لئے

اعلانِ تاجِ حال یہ بھی چاہئے نظر
منشا تمہارا اور ہے کیا قوم کے لئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقصد سے متفق ہیں عمل کے ہیں ہم خلاف تدبیر یہ نہیں ہے بجا قوم کے لئے
گاندھی کا قول یہ کہ رہ ملکی رہیں خلاف ظاہر ہیں گو مفید ہوا قوم کے لئے

یہ دیکھنا ہے رہتا ہے کب تک قرار اسے
سہو آگئے ہندو کرتے ہیں یاد بیندار اسے

دینی ہے اب تو دعوت امن و اماں ہمیں کرنا نہیں ہے وقت عبث رائیگاں ہمیں
کچھ عرض حال کرنا ہے تکلیف خلق کا مذکور جن کے ہوتے ہیں از بس گراں ہمیں
یہ تو ہماری ذات پہ گذری ہے واردات دہرانی جس کی پڑتی ہے اب داستاں ہمیں
ہڑتال کے عروج کا قصہ بیاں ہو کیا جس نے عطا کیا ہے غم جاوداں ہمیں
نور نگاہ لخت جگر شیر خوار پور کرنا پڑا زمین کے نیچے نہاں ہمیں
اک بوند بھی دوا کی نہ جس کو ہوئی نصیب ہڑتال کے یہ ذاتی ہوئے امتحاں ہمیں

مخلوق کی صعوبتیں جو گوش زد ہوئیں
بے حد و بے شمار ہوئیں لاتعد ہوئیں

جانیں بہت سی نذر ہوئیں اس خیال کی تا اینکہ نوبت آچکی قتل و قتال کی
باغی خطاب پا چکے بے دست و پائے ہند ڈگری ہے اور باقی کوئی ابتذال کی
لندن میں ہے خلافت دینی کا وفد بھی حسرت تمام ہولی جواب و سوال کی
ماضی پہ خاک ڈال کے ایسی ڈگر چلیں پیدا ہوں جس سے راہیں باہم اعتدال کی
مشکل نہیں ہے تاج سے کچھ رفع سوء ظن ٹونیں بدل لی جائیں اگر بول چال کی

ہو جائے گا سلوک رعایا و شاہ میں
تخفیف و فرق میں نہ کمی آئے جاہ میں

جلسہ مصالحت کا کوئی تم قرار دو آرائے عام لے کے شہنشہ کو تار دو
سطوت کو تاج کی رکھو ملحوظ وقت عرض دینا ہو جو پیام نہ وہ ناگوار دو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنے حقوق مثلِ رعایا طلب کرو | با شوق یہ کہو کہ ہمیں اختیار دو
معتوب ہیں جو تلج کے ان کے ہو شفیع | ان کی رہائی کے لئے دامن پسار دو

اس کی جزا نہ پاؤ تو پھر تم مجاز ہو
اب تو خدا کے واسطے عرضِ نیاز ہو[1]

ایک روز مجھ سے فرمایا کہ "بیٹا! درد میرے دل میں بھی اٹھتا ہے مگر میں آہ بھی نہیں کرسکتا ایک دفعہ ایک نظم جامع مسجد میں پڑھ دی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوپر سے بڑی لتاڑ پڑی اور لینے کے دینے پڑ گئے اس وقت سے کان پکڑا کہ اب کوئی سیاسی نظم نہ کہوں گا"

استاد مرحوم نے جس نظم کی طرف اشارہ کیا ہے وہ وہ معرکۃ الآرا تضمین ہے جو انھوں نے مولانا شبلی نعمانی کی نظم پر جنگ بلقان کے زمانے میں کہی تھی۔ یہ تضمین سائل صاحب نے جامع مسجد دہلی کے ایک عظیم الشان جلسے میں سنائی تھی۔ لوگ دہاڑیں مار کر رو رہے تھے۔

دعائے عافیت مانگے گا دین خستہ جاں کب تک | مخالف گردشیں کرتا رہے گا آسمان کب تک
ستائے گا بتا اے کوکبِ نامہرباں کب تک | حکومت پر زوال آیا تو پھر نام و نشاں کب تک

چراغِ کشتۂ محفل سے اٹھیگا دھواں کب تک

بڑھے گرد جارسو سے سوئے دامن آ پہنچے | پکڑ کر گوشۂ دامن ستمگاروں نے گر کھینچے
رہے گی تاج و تختِ روم کی پھر آبرو کیسے | قبائے سلطنت کے گر فلک نے کردئے پرزے

فضائے آسمانی میں اڑیں گی دھجیاں کب تک

سُنے کوئی تو ہم اس سے کہیں کیا مدعا یہ ہے | مصیبت اپنے اوپر یہ پڑی ہے ماجرا یہ ہے
یہ دل میں درد پیدا ہو گیا ہے عارضہ یہ ہے | مراکش جا چکا فارس گیا اب دیکھنا یہ ہے

کہ جیتا ہے یہ ٹرکی کا مریض نیم جاں کب تک

یہ خیلِ مانٹی میداں سے جو بڑھتا آتا ہے | فشونِ سرد یہ اس شان سے جو بڑھتا آتا ہے

---

[1] واقعات دارالحکومت دہلی جلد اول صفحہ ۱۰۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سحابِ جنبش اب یونان سے جو بڑھتا آتا ہے　　یہ سیلابِ بلا بلقان سے جو بڑھتا آتا ہے
اسے روکے گا مظلوموں کی آہوں کا دھواں کب تک

خبر ہے اپنے بیگانے ہیں کیا کیا دیکھنے والے　　مرادِ غیر یا اپنی تمنا دیکھنے والے
کئے بیٹھے ہیں بند آنکھوں کو مانا دیکھنے والے　　یہ سب ہیں رقصِ بسمل کا تماشا دیکھنے والے
یہ سیر ان کو دکھائیگا شہیدِ خستہ جاں کب تک

یہ صوتِ درد ہے مرغوب ان کو کن کو بھاتی ہے　　صدا ماتم کی دل خوش کن ہے انکے ان کو بھاتی ہے
یہی یہ رات کو سنتے ہیں یہ ہی دن کو بھاتی ہے　　یہ وہ ہیں نالۂ مظلوم کی لے جن کو بھاتی ہے
یہ راگ ان کو سنائیگا یتیمِ ناتواں کب تک

کسی ترکیب سے آخر ہمیں معلوم کچھ ہو تو　　کوئی ہمدرد اپنا ہو کوئی دلسوز اپنا ہو
تو اک پیغام پہنچانے کی ہم تکلیف دیں اسکو　　کوئی پوچھے کہ اے تہذیبِ انسانی کے استادو
یہ ظلم آرائیاں تاکے یہ حشر انگیزیاں کب تک

سنائی کے نہ ہونے کی کہو تو انتہا تاکے　　کئے جائے گا اک رنجور فریاد و بکا تاکے
ہوئے جائے گی اک مظلوم پر جور و جفا تاکے　　یہ جوش انگیزیٔ طوفانِ بیداد و بلا تاکے
یہ لطف اندوزیٔ ہنگامۂ آہ و فغاں کب تک

ہماری بھی تمہاری بھی قضا اک روز آنی ہے　　نہیں رہنے کی شے یہ جان تو اک وقت جانی ہے
سنا بھی تم نے یہ انجام محبت کی کہانی ہے　　یہ مانا تم کو تلواروں کی تیزی آزمانی ہے
ہماری گردنوں پر ہوگا اس کا امتحاں کب تک

کبھی حالت کسی کی غیر گر تم نے نہیں دیکھی　　مسلماں لاش بے سر بیر گر تم نے نہیں دیکھی
دکھا دو دی تمہیں اب خیر گر تم نے نہیں دیکھی　　نگارستانِ خوں کی سیر گر تم نے نہیں دیکھی
تو ہم دکھلائیں تم کو زخمہائے خوں فشاں کب تک

بلاد و مصر کے فرماں و ویراں چاہتیں تم کو　　پٹے لاشوں سے کے کے میل میداں چاہئیں تم کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہو تو کتنے پرگنتی میں زنداں چاہئیں تم کو   یہ مانا گرمیٔ محفل کے ساماں چاہئیں تم کو
دکھائیں ہم تمہیں ہنگامۂ آہ وفغاں کبتک

زباں سے حرف بھی گر قصۂ غم کا نکلتا ہے   کلیجے میں کوئی چٹکی سی لیتا ہے مسلتا ہے
ہمارے حال پر عالم کفِ افسوس ملتا ہے   یہ مانا قصۂ غم سے تمہارا جی بہلتا ہے
مگر تم کو سنائیں دردِ دل کی داستاں کبتک

ہوا جاتا ہے قامت خم ہری سرسبز ڈالی کا   غمِ جانکاہ ہے ہم کو ہماری لونہالی کا
ٹھکانا کیا تمہارے جورِ بیدادِ خیالی کا   یہ مانا تم کو شکوہ ہے فلک سے خشک سالی کا
ہم اپنے خون سے سینچیں تمہاری کھیتیاں کبتک

جو دشواری ہماری ہے اسے سمجھے ہو تم آساں   کرو انسانیت کی بات بھی تم ہو اگر انساں
تم اپنی زیب وزینت کے نکالو اور کچھ ساماں   عروسِ بخت کی خاطر تمہیں درکار ہے افشاں
ہمارے ذرہ ہائے خاک ہونگے زرفشاں کبتک

قضا کے ہاتھ میں تھا انتظامِ فتحِ ایوبی   وگرنہ ہم کہاں اور انصرامِ فتحِ ایوبی
نو تیرہ صدی کے بعد نامِ فتحِ ایوبی   کہاں تک لوگے ہم سے انتقامِ فتحِ ایوبی
دکھاؤگے ہمیں جنگِ صلیبی کا سماں کبتک

سمجھ کر یہ کہ یورپ بھر کے اندر ناتواں ہیں ہم   سمجھ کر یہ کہ بیمار ونزار ونیم جاں ہیں ہم
سمجھ کر یہ گھڑی ساعت کے گویا میہماں ہیں ہم   سمجھ کر یہ کہ دھندلے سے نشانِ رفتگاں ہیں ہم
مٹاؤگے ہمارا اس طرح نام ونشاں کبتک

نہ بازو میں توانائی نہ تن میں تاب وطاقت ہے   بزرگوں کی نشانی تم میں باقی اک شجاعت ہے
اسی سے کام لینا چاہئے یہ وقت ہمت ہے   زوالِ دولتِ عثماں زوالِ شرع وملت ہے
عزیزو! فکرِ فرزند وعیال وخانماں کبتک

بزرگوں کی نشانی تم میں باقی اک شجاعت ہے   شجاعت دوسرے مفہوم میں بھی ہے دہشت ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہاں موقع اسی کا ہے کہ دولت کی ضرورت ہے	زوالِ دولتِ عثماں زوالِ شرع و ملت ہے
عزیزو! فکرِ فرزند و عیال و خانماں کب تک

سمجھ سے کام گر تم لو تو پھر دشواریاں کیا ہیں	نہ سمجھو جان کو جب جان پھر ناچاریاں کیا ہیں
یہ چالیں کون سی چالیں ہیں یہ مکاریاں کیا ہیں	خدارا تم یہ سمجھے بھی کہ یہ تیاریاں کیا ہیں
نہ سمجھے اب تو پھر سمجھو گے تم یہ چیستاں کب تک

اگر شمشیرِ غازی کا دلِ مشرک سے ڈر اٹھے	تو سرکوبی کو اس کی گوشۂ عالم سے سر اٹھے
نہ آئے وقت وہ یارب کہ بیٹھے خیر شر اٹھے	پرستارانِ خاکِ کعبہ دنیا سے اگر اٹھے
تو پھر یہ احترامِ سجدہ گاہِ قدسیاں کب تک

کرو جو ہوتا آیا ہے تمہارے جد و آبا سے	لہو ان کا ہو جو ہیں تمہارے خون کے پیاسے
خدارا دولتِ عثماں کو مٹنے دو نہ دنیا سے	جو گونج اٹھے گا عالم شورِ ناقوسِ کلیسا سے
تو پھر یہ نغمۂ توحید و گلبانگ اذاں کب تک

تباہ اسلام کی دو دولتیں کیسی ہوئیں نامی	سبب کیا تھا یہی نقصانِ ہمت عقل کی خامی
الہ العالمیں اس معرکے میں ہو نہ ناکامی	بکھرتے جاتے ہیں شیرازۂ اوراقِ اسلامی
چلیں گی تند بادِ کفر کی یہ آندھیاں کب تک

سوئے بیت المقدس رہزنوں کی تاک ہیں ہیں	کلیسا ہیں زیادہ، کم مقدس خانقاہیں ہیں
مسلمانوں کی ناصر ہیں تو خالق کی پناہیں ہیں	حرم کی سمت بھی صید افگنوں کی جب نگاہیں ہیں
تو پھر سمجھو کہ مرغانِ حرم کا آشیاں کب تک

کدھر ہم دل کے بہلانے کو زیرِ آسماں جائیں	ملے آرام و راحت کی جگہ تو ہم وہاں جائیں
کہاں سائل تباہ و چھوڑ کر ہندوستاں جائیں	جو ہجرت کر کے بھی جائیں تو شبلیؔ ہم کہاں جائیں
کہ اب امن و امانِ شام و نجد و قیرواں کب تک

(باقی آئندہ)

© rasailojaraid.com